اسلوب (شاعرانہ نوٹ) فیض احمد فیض

جدید اُردو شاعری میں فیض کا شمار صف اوّل کے شعراء میں ہوتا ہے انہوں نے اپنی شاعری میں ایک نئی روایت کی بنیاد ڈالی فیض احمد فیض کا تعلق ترقی پسند ادبی تحریک سے تھا اس تحریک کا مقصد ادب اور شاعری کے ذریعے غریب اور پس ماندہ طبقے کے جزبات و احساسات کی ترجمانی کرنا تھا اور ان کے لیے معاشرتی اور سماجی عدل کی راہ ہموار کرنا تھا اس مقصد کے لیے فیض انسانی حقوق پر ڈاکہ ڈالنے والوں کے خلاف بھی بولتے رہے اور پس ماندہ بطقے کو اُمید کی کِرن دکھاتے رہے فیض نے شاری کا آغاز روایتی انداز سے کیا وہی عشق و محبت کے جذبات جو کسی بھی رومانی نوجوان کے ہوسکتے ہیں فیض نے بھی اپنی شاعری میں بیان کیئے۔

”رنگ پیر ہن خوشبو زلف لہرانے کا نام
موسم گل ہے تمہارے بام پر آنے کا نام“
”ویران ہے میکدہ خم و ساغر اُداس ہیں
تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے“

اپنی ملازمت کے دوران انہیں دوسرے ادیبوں کے ساتھ مل بیٹھنے کا موقع ملا اُن کی سوچ میں تبدیلی آگئی اور وہ خوابوں کی وادیوں سے نکل کر حقیقت کی دنیا میں آگئے اب اُن کے کلام میں حقیقت پسندی آگئی تھی۔

”اور بھی دُکھ ہیں زمانے میں محبت کے سوا
راحتیں اور بھی وصل کی راحت کے سوا“

اب شاعر ترقی پسند تحریک کے نظریات سے متاثر ہو کر انہی نظریات کے مطابق شاعری کرنے لگے فیض کی نظر مشرقی اور مغربی ادب پر بہت گہری ہے چنانچہ مشرقی اور مغربی ادب کے بعض اقدار اور ان کے ہاں بڑے احساس اور یقین کے ساتھ نظر آتی ہے۔ اگرچہ فیض کو سوشلزم کے فلسفے سے گہری دلچسپی تھی لیکن اس کی اندھا دھند تقلید کرنے کی بجائے انہوں نے اسے اپنی فکر کا جزو بنایا جب ملک تقسیم ہوا تو فیض نے معاشرے میں پھیلی ہوئی غربت پسماندگی سرمایہ داروں کے ہاتھوں ڈھائے جانے والے ظلم کے خلاف آواز بلند کی ملک کے خود ساختہ رکھوالوں نے بربریت اور ظلم سے وہ کربناک منظر رکھا تھا کہ بے اختیار آنکھ میں آنسو آجاتے۔

”نثار میں تیری گلیوں کے اے وطن جہاں
چلی ہے رسم کہ کوئی نہ سر اٹھا کے چلے“

ملک میں ہونے والی سیاسی تبدیلیوں نے فیض کو بہت متاثر کیا اور انہوں نے سیاسی موضوعات پر بھی شاعری کی ریاستی جبر اور مارشلاء کے خلاف لکھا ان کی اس مزاحمتی شاعری کی وجہ سے انہیں اپنی زندگی کا کچھ حصہ جیل میں گزارنا پڑا۔

”متاع لوح و قلم چھن گئی تو کیا غم
کہ خونِ دِل میں ڈبولی ہیں انگلیاں میں نے“

فیض کی اس دور کی شاعری کو رجہان ساز کہا جاتا ہے یہی اُن کی سب سے بڑی پہچان ہے ظلم خواہ دنیا کے کسی کونے میں ہو کسی گوشے میں ہو فیض اُس کے خلاف آواز اُٹھاتے ہیں۔

”عرصہ دیر کی جھُلسی ہوئی ویرانی میں
ہم کو رہنا ہے پر یونہی تو نہیں رہنا ہے

اجنبی ہاتھوں کا بے نام گراں بار ستم
آج سہنا ہے ہمیشہ تو نہیں سہنا ہے"

فیض نے اپنے زمانے کی شاعری میں ہونے والے تجربات سے بھی استفادہ وہ کیا (فائدہ اٹھایا) اور خود بھی نئے تجربات کیئے انہوں نے اپنے عہد اور ماحول کے مطابق پرانے استعار نئے مفہوم میں استعمال کیئے معاشرتی، سیاسی پس، منظر کے حامل نئے استعارے بھی تخلیق کئے۔ ایک طرف اُن کی شاعری میں حسن اور دلکشی کا جادو ہے تو دوسری طرف مقصدیت کی گہرائی ہے فیض اپنے نقطہ نظر کو جزبات کی دولت سے مالا مال کر کے پیش کرتے ہیں اُن کے نظریات اُن کی نظموں اور غزلیات میں واضح طور پر موجود ہیں انہوں نے اُردو کی عشقیہ شاعری کی علامتوں کو اپنے دور کی سیاسی صورت حال واضح کرنے کے لیے اس خوبصورتی سے استعمال کیا ہے کہ اُردو شاعری میں ایک نئے باب کا آغاز (اضافہ) ہو گیا۔

"جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے اس جاں کی تو کوئی بات نہیں"

"یہ تیرے حسن سے لپٹی ہوئی آرام کی گرد
اپنی دور وزہ جوانی کی شکستوں کا شمار
چاندنی راتوں کا بے کار دھکتا ہوا درد
دِل کی بے سود تڑپ جسم کی مایوس پکار
چند روز اور میری جاں !فق چند ہی روز"

فیض نے غزل کی روایت کو ایک نیا شعور اور نظم کی مقبولیت کے دور میں بھی غزل کے خدو خال کو سنوارا اسے پھر سے مقبول بنا دیا تغزل کا رنگ فیض کے ہاں اتنا گہرا ہ کہ ان کی نظمیں بھی غزلیں معلوم ہوتی ہیں وہی غزل کی چاشنی، وہی غزل کا اختصار، حسن و رنگینی اور لطف یہ ہے کہ وہ روایتی اور کلاسیکی اقتدار کو بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے اور اپنے زمانے اور ماحول کی عکاسی بھی بھرپور انداز سے کرتا ہیں فیض نے پاکیزہ اور شکستہ زبان استعمال کی ان کے کلام میں رومان اور حقیقت کا حسین امتزاج ہے لب و لہجے کا دھیما پن ہ جن اور حقیقت میں گہرا تعلق نظر آتا ہے زبان و بیان کے مانوس (پرانے) اسلوب بھی اختیار کیئے اور اچھوتی تراکیب بھی واضح کی جو بڑی معنی خیز ہیں انفرادی شان رکھتی ہیں، عربی، فارسی، کے الفاظ اور تراکیب کا استعمال ان کی شاعری کو اور بھی دلکش بنا دیتا ہے ان کے کلام میں قنوطیت کی بجائے رجائیت پسندی ہے۔

ان کی شاعری میں خوبصورت تشبہات، استعارات، ترنم، موسیقیت، غنائیت اختصار و جامعیت فیض کے کلام کا حسن ہیں وہ اپنے مخصوص لب و لہجے سے پہچانے جاتے ہیں مستقبل کی طرف اُن کے اُمید افزا اشارے اسقدر حسین ہیں کہ ان کو پڑھنے سے زندگی سے محبت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ زندگی جدو جہد کا نام ہے یہی فیض کی شاعری کا کمال ہے ان کی شاعری کے بہت سے مجموعے شائع ہو چکے ہیں تاہم اُن کی شاعری کا مجموعہ کلام نسخہ ءوفا قابل ذکر ہے۔